The Study of Religion and History
Online ISSN : 3006-3337 Print ISSN : 3006-3329
https://srhjournal.com/index.php/39/about
Vol. 2 No. 1 (2025)

Colonialism in Naseem Hijazi's Novel "Aakhri Chattan"

نسیم حجازی کے ناول "آخری چٹان" میں نو آبادیات

Dr. Wajeeha Shaheen[1]
Assistant Professor, Department of Urdu Karakorum International University Gilgit-Baltistan
Dr. Saira Irshad[2]
Assistant Professor Urdu Department, Government Sadiq College Women University Bajawalpur
Dr. Muhammad Khalid Latif Sahil[3]
Assistant Professor Urdu Department, Lahore Leads University Lahore

Abstract:
The "Aakhri Chattan" is a historical novel of Naseem Hijazi that narrates the fall of the Abbasid Caliphate against the Mongols. It narrates the struggle of Sultan Jalaluddin Khwarezm Shah to unite the Muslims and fight against the Mongols. The Last Rock is about a Muslim soldier who tries to unite the Muslims under one banner against the tyranny and barbarity of Genghis Khan. The title of the book refers to the Khwarezm Empire and its Sultan Jalaluddin Khwarezm Shah, who stood firm like a rock in the face of the Mongols at a time when all other Muslim states were swept away like ashes by the Mongol invasion. Sultan Jalaluddin Khwarezm Shah stood as the last bastion of resistance against the invading Mongol army of Genghis Khan. "Aakhri Chattan"tells the historical events of the defeat of the Abbasids against Genghis Khan and the efforts of the Khwarezm prince Jalaluddin against the Mongols. This Article is based on the Colonialism in "Aakhri Chattan".
Key Words: Naseem Hijazi, Colonialism, "Aakhri Chattan", Sultan Jalaluddin Khwarezm, Empire, Mongols.

نو آبادیاتی نظام و فکر کے حوالے سے اگر ہم آخری چٹان "پر نظر ڈالیں گے۔"آخری چٹان" جیسے کہ نام سے ظاہر ہے کہ اس میں تاتاریوں کی یلغار کا بیان ہوا ہے۔اس میں خوارزم شاہ جو ایک ایسی چٹان تھا جسے شکست دینا چنگیز خان جیسے جنگجو کے لیے تقریباً نا ممکن ہو چکا تھا۔

"آخری چٹان" پہلی بار ۱۹۶۳ء کو فوجی کتب خانہ لاہور سے چھپا۔ناول وسطی ایشیا پر تاتاریوں کی یلغار اور چنگیز خان کے معرکوں اور بعد میں خوارزم شاہ کی شکست کا قصہ بیان کرتا ہے۔اس کے علاوہ جلال الدین کی کش مکش کا بھی پوری تفصیلات کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ناول کے "دیباچہ" میں نسیم حجازی لکھتے ہیں:

The Study of Religion and History
Online ISSN : 3006-3337 Print ISSN : 3006-3329
https://srhjournal.com/index.php/39/about
Vol. 2 No. 1 (2025)

"آخری چٹان" ہمارے ماضی کا ایک آئینہ ہے اور اس آئینے میں ہم اپنے حال کے خد و خال دیکھ کر اپنے مستقبل کو سنوار سکتے ہیں، ورنہ تاریخ شاید ہے کہ قدرت کسی قوم کو سیاسی غلطیاں معاف نہیں کرتی۔(۱)"

گویا ناول کا پیش لفظ ہی اس بات کا اعادہ کرتا ہے کہ جب ایک قوم دوسری قوم پر یلغار کرتی ہے تو اس کے نتائج کیا ہو سکتے ہیں۔ جب منگولیا سے چنگیز خان جیسا طالع حکمران جسے "خون خوار بھیڑیا" کا خطاب ملا تھا، وسطی ایشیا کی سلطنتوں کو شکست دیتا ہوا مختلف ملکوں کو تاراج کرتا ہوا جلال الدین اور آخر میں خوارزم شاہ کے دروازے پر دستک دیتا ہے تو اس کا ایک مضبوط چٹان سے واسطہ پڑتا ہے۔ سامراج کے ہتھکنڈوں سے بھرپور اس ناول میں اپنوں کی نادانیوں اور غیروں کی سازشوں کا پردہ چاک کیا گیا ہے۔اس طرح نو آبادیاتی تہذیب و فکر کے اثرات کا بھی بھرپور جائزہ لیا گیا ہے۔ناول کی ابتدا یوں ہوتی ہے:

"صحرائے عرب سے اسلام کا چشمہ پھوٹا اور وہ رہگزار جنھیں صدیوں سے کسی سیاح نے قابل توجہ نہ سمجھا تھا زمانے کی نگاہوں کا مرکز بن گیا۔ جہالت کی تاریکیوں اور بھٹکنے والی انسانیت جس آفتاب ہدایت کی منتظر تھی۔وہ فاران کی چوٹیوں سے نمودار ہوا۔(۲)"

تاریخی ناولوں کی یہی خوبی ہے کہ اس میں ماضی کے شان دار قصے بیان کر کے مسلمانوں کا ماضی بیان کیا گیا ہے۔وجہ یہی ہے کہ اب ہمارا ماضی ہی تو ہے جسے ہم پوجتے ہیں ورنہ آگے تو اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔

نسیم حجازی کے ناول چوں کہ مسلمانوں کے شان دار ماضی کی بازیافت ہیں اور اسی شان دار ماضی کے زوال کا نوحہ بھی سناتے ہیں۔اوپر کا اقتباس بھی ہمیں بتاتا ہے کہ اقوام عالم کو روشنی کی کرنوں سے روشناس کرانے والا دین جبل فاران سے ظاہر ہوا تھا۔

"آخری چٹان" میں یوسف بن ظہیر کا کردار ہمت اور استقامت کی علامت کے طور پر متعارف کرایا گیا ہے۔اس حوالے سے نسیم حجازی کو ایک ہی جملے میں بہت کچھ کہہ دینے میں ملکہ حاصل ہے۔وہ لکھتے ہیں:

"رحمت کے فرشتے، غلامی اور جہالت کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی مجروح انسانیت کو حریت، اخوت اور مساوات کا سبق دے رہے تھے۔(۳)"

درج بالا سطور میں "رحمت کے فرشتے"، "غلامی"، "جہالت"، "مجروح انسانیت"، "حریت"، "اخوت" اور "مساوات" جیسی تراکیب سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسانیت ایک دوراہے پر کھڑی ہے اور استعماریت کے چیلے آس پاس منڈلا رہے ہیں جس سے نو آبادیاتی نظام و فکر کی بو آرہی ہے۔

غلامی اور جہالت کی زنجیریں نو آبادیاتی نظام کے مخصوص حربے ہیں، "آخری چٹان" کا زمانہ دنیا میں افراتفری کا تھا۔اُس وقت ہندوستان پر انگریز سامراج قابض تھا۔ لیکن ساتھ ساتھ دو جماعتوں کانگریس اور مسلم لیگ کا قیام عمل میں آچکا تھا اور ہندوستان میں

The Study of Religion and History
Online ISSN : 3006-3337 Print ISSN : 3006-3329
https://srhjournal.com/index.php/39/about
Vol. 2 No. 1 (2025)

سامراجیت کے خلاف مزاحمت اپنے آخری اور فیصلہ کن دور میں داخل ہو رہی تھی۔ نسیم حجازی خود بھی اسی ہندوستان کے شاسندے تھے اور وہ انگریز سامراج اور اس کے چیلوں یعنی ہندوؤں کی نظروں میں اپنے لیے مخصوص نفرت دیکھ چکے تھے۔ اس لیے وہ ہجرت کے خواہاں تھے۔ پھر تقسیمِ ہند کا واقعہ رونما ہوا تو اس نے تاتاریوں کے دور کی تاریکیاں دوبارہ زندہ کیں۔ ہندو اور مسلمان آپس میں گتھم گتھا تھے اور فسادات پھوٹ پڑے تھے۔ اس حوالے سے دیباچے کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

> "تاتاریوں کے مظالم بیان کرنے میں چنگیزی دور کے مورخ نے مبالغہ آرائی سے کام لیا ہو، لیکن مجھے کیا معلوم تھا کہ صرف ایک سال کے بعد میں اپنے گھر کو وحشت و بربریت کی اس آگ کی لپیٹ میں دیکھوں گا جس نے چند صدیاں قبل اسلام کے بہترین شہروں کو جلا کر راکھ کر دیا تھا۔(۴)"

یعنی ایک طرف انگریز سامراج سے آزادی حاصل ہو رہی تھی لیکن دوسری طرف مسلمان اور ہندو اپنی سرحدوں پر فسادات ڈھانے میں مصروف تھے۔ اس طرح کی صورتِ حال تاتاریوں کی تھی۔ وہ جس طرف بھی بڑھتے تباہی مچاتے۔ جو ان کے راستے میں آتا تباہ و برباد ہو جاتا۔ مسلمانوں کی واحد مرکزی حکومت جو اس وقت بغداد میں قائم تھی اپنے اتحادیوں اور اندرونی غداروں کی طرف سے تباہی کے دہانے تک پہنچ چکی تھی۔ ایسے میں تاتاریوں کے حملوں نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی اور مسلمانوں کی حکومت کی آخری شمع خوارزم شاہی واحد امید کی کرن تھا جو آہستہ آہستہ ٹمٹما رہا تھا۔

"آخری چٹان" کی ابتدا میں جو حالات تھے وہ اس طرح بیان ہوئے ہیں:

> "چنگیز خان کے ملک کے چند تاجر تجارتی مال لے کر نزار آئے۔ نہال خان (سلطان کا ماموں زاد بھائی) وہاں کا گورنر تھا۔ بیس ہزار فوج رکاب میں رہتی تھی، مال واسباب دیکھ کر منہ میں پانی بھر آیا۔ دست درازی کا لالچ دامن گیر ہوا۔ شاہی دربار میں رپورٹ کر دی کہ یہ تاجر نہیں بلکہ جاسوسی کی غرض سے آئے ہیں۔ سلطنت کی طرف سے ان کی نگرانی کا حکم صادر ہوا۔ نہال خان کو موقع مل گیا۔ نگرانی کی بجائے ان لوگوں کو پوشیدہ طور پر قتل کر کے مال واسباب ضبط کیا۔ چنگیز خان کو اس کی خبر لگی۔ سلطان کو ناراضگی اور تنبیہ کا خط لکھا۔ بدعہدی پر نفرین کا اظہار کیا۔ سلطان نے چنگیز کے ایلچی کو بجائے جواب دینے کے مار ڈالا۔(۵)"

اگرچہ چنگیز خان کے مظالم کا نتیجہ پہلے سے واضح تھا لیکن اس کی ایک وجہ وہی سفارتی ناکامی تھی کہ سلطان نے اپنے غداروں کے بھڑکاوے میں آ کر ایک بڑی تباہی کو دعوت دی۔ ہندوستان کے حالات بھی کچھ مختلف نہ تھے۔ سلطنت میسور اور بنگال پر انگریزوں کے حملوں اور مسلمان غداروں کی منافقتیں کسی سے کہاں چھپ سکتی ہیں۔ نوآبادیاتی نظام میں کلچر ہی اپنا کردار ادا کرتا ہے۔ نسیم حجازی چنگیز خان کے مظالم کے بارے میں لکھتے ہیں:

The Study of Religion and History
Online ISSN : 3006-3337 Print ISSN : 3006-3329
https://srhjournal.com/index.php/39/about
Vol. 2 No. 1 (2025)

"چنگیز خان نے بڑے بڑے سرداروں کی سر کوبی کرے کے بعد انھیں اپنا مطیع فرمان بنالیا۔ پھر خانہ بدوش تاتاریوں کے سامنے ان ممالک کے نقشے پیش کیے جہاں لہلہاتے باغات، سر سبز کھیتیاں اور سدا بہار چراگاہیں تھیں۔ لوٹ مار کی ہوس نے تمام خانہ بدوشوں کو چنگیز خان کے جھنڈے تلے جمع کیا۔ تاتاری ہمسایہ ممالک پر بھوکے عقابوں کی طرح جھپٹے اور وہ اقوام جنھیں پُر امن زندگی نے تن آسان بنادیا تھا۔ ان کے حملوں کی تاب نہ لا سکیں۔(۶)"

اا گرچہ چنگیز خان کے مظالم بارہویں اور تیرہویں صدی کے قصے تھے لیکن اُن کی بازگشت بیسویں صدی کے ہندوستان کی آزادی اور پھر تقسیم کے فسادات میں دہرائی گئی۔

"آخری چٹان" کے مطابق تاتاری ایک مہیب آندھی کی طرح مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ مسلمان چوں کہ اپنی نالائقیوں کی وجہ سے پہلے ہی انتشار کا شکار تھے، سقوطِ غرناطہ کے بعد سرپٹ بھاگنے پر مجبور تھے۔ تاتاریوں نے اپنے راستے میں آنے والے ہر قصبے اور گاؤں تو تہہ تیغ کیا اور تباہی کی وہ داستانیں رقم کیں کہ الاماں۔ اس کے حوالے سے اقبال لکھتے ہیں:

اسکندر و چنگیز کے لیے جہاں میں
سو بار ہوئی حضرت انسان کی قبا چاک (۷)

اس حوالے سے کچھ مزید اشعار پیش خدمت ہیں:

کرتی ہے ملوکیت آثار جنوں پیدا
اللہ کے۔۔۔ تیمور ہو یا چنگیز (۸)

محکوم کے الہام سے اللہ بچالے
غارت گرا قوام ہے وہ صورتِ چنگیز (۹)

گزشت از پیش آن دانائی تبریز
قیامتہا کہ است از کشت چنگیز (۱۰)

اوپر کے تمام اشعار میں اقبال نسیم حجازی کے ہم نوا نظر آتے ہیں۔ چنانچہ اس درد کے بارے میں نسیم حجازی لکھتے ہیں:

"چنانچہ جب خوارزم اور بغداد پر تاتاریوں کی افواج قہرِالٰہی بن کر نازل ہونے والی تھیں عالمِ اسلام ایک خطرناک قحط الرجال کا سامنا کر رہا تھا۔(۱۱)"

انگریز اگرچہ حاکم تھا لیکن اپنے نوآبادیاتی ہتھکنڈوں سے برصغیر میں رہنے والی دو قوموں ہندو اور مسلمانوں کے درمیان "لڑاؤ اور حکومت کرو" کی پالیسی پر کام کر رہا تھا۔ اس حوالے سے جوش ملیح آبادی کے خیالات یوں ہیں:

"تہذیبی اعتبار سے اس وقت ہندوستان دوراہے پر کھڑا ہوا سوچ رہا تھا کہ مشرقیت پر قائم رہے یا مغربیت
کی طرف مڑ جائے۔ ملک اس وقت "خالص مشرقی"، "نیم مشرقی" اور "مغربی" ان تین گروہوں میں
بٹا ہوا تھا۔(۱۲)"

اوپر کے اقتباس سے صاف واضح ہے کہ انگریز سامراج اپنے مکر و فریب کے ذریعے سے ہندوستان کی آئندہ نسلوں کے اندر وہ زہریلے اثرات منتقل کر رہے تھے جس کے اثرات ان کی نسلوں میں منتقل ہونے تھے۔ سات سمندر پار کے تاجر ہندوستان کے ملت فروشوں کی مدد سے ہندو مسلم تہذیب سے لوگوں کو کراہت کرنے کے منصوبوں پر عمل پیرا تھے۔ یعنی ایک ایسی نسل تیار کر رہے تھے جو نوآبادیاتی تہذیب و معاشرت کی حامل ہو۔ یہ نسل ہندوستانی تہذیب، زبان اور تمدن سے ناآشنا ہو اور یہاں کے رہن سہن کو درخود اعتنا نہ سمجھے بلکہ سات سمندر پار کی تہذیب کی دل دادہ ہو۔ اور آپ اندازہ کریں کہ ہماری موجودہ نسل کس حد تک مغربی سامراج کی امنگوں پر پوری اترتی ہے۔ ہر طبقہ مغرب زدہ ہے۔ ہر کوئی یورپ، اسٹریلیا اور امریکہ جانے کا شدید متمنی ہے۔ یہی تہذیبی اور تمدنی یلغار تھی جو وہ ہمارے اندر اتار رہے تھے۔ وہ ہم سے ہماری تہذیب و ثقافت چھیننے میں کس قدر کامیاب رہے؟ یہ تو موجودہ وقت کی ترجیحات سے بخوبی ہو رہا ہے۔ اس حوالے "آخری چٹان" کے یہ جملے قابل غور ہیں جس میں ناول کا ایک کردار احمد بن حسن ترک افسر سے مکالمہ کرتے ہیں:

"آپ کا خیال عام طور پر صحیح نہیں ہوتا۔ میں بے علمی کو قابل معافی نہیں سمجھتا۔ آپ سلطان کے سامنے
ایسی باتیں کر کے شاید انھیں خوش کر سکیں لیکن وہ اس وقت یہاں موجود نہیں۔ میں مانتا ہوں کہ آپ کو
کتابوں سے نفرت ہے لیکن یہ ماننے کے لیے تیار نہیں کہ آپ کو ایک مسلمان ماں نے خالد اعظم کی
فتوحات کے حالات نہ بتائے ہوں اور آپ کو فخر اور احترام کے ساتھ ان مجاہدوں کا نام نہ سکھایا ہو جنھوں
نے پیٹ پر پتھر رکھ باندھ کر اور جسم پر چیتھڑے اوڑھ کر قیصر و کسریٰ کے تاج روند ڈالے تھے۔ خالد بن
ولید کے زمانے کی اکثر جنگیں ایسی تھیں جن میں اسلام کی ایک تلوار کے مقابلے میں دشمن کی دس
تلواریں ہوا کرتی تھیں۔(۱۳)"

اوپر کے اقتباس میں ثقافت کے الفاظ سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ نوآبادیاتی نظام میں اس کا کس قدر عمل دخل ہے۔ نسیم حجازی تاریخ کے جھروکوں سے اقوام عالم کے متحد ہونے اور مسلمانوں کی آپس کی ناچاقیوں کے بارے میں ان الفاظ میں گویا ہیں:

"ساتویں صدی ہجری کے ابتدائی برسوں میں ہلال و صلیب کی جنگیں از سرِ نو شروع ہو چکی تھیں۔ یورپ
کے عیسائی طاقتیں گزشتہ برسوں میں فلسطین اور شام میں صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں پے در پے
شکستیں کھانے کے بعد قسطنطنیہ کو اپنا مرکز بنا کر بازنطینی سلطنت کو پھر ایک بار مشرق کی طرف پھیلانے
کے لیے جدوجہد کر رہی تھیں۔ مصر کی افواج پھر ایک بار عالمِ اسلام کی طرف سے عیسائیت کے سیلاب کی

The Study of Religion and History
Online ISSN : 3006-3337 Print ISSN : 3006-3329
https://srhjournal.com/index.php/39/about
Vol. 2 No. 1 (2025)

تازہ لہروں کے سامنے آخری چٹان کا کام دے رہی تھیں لیکن بغداد میں سلطنتِ عباسیہ پھر ایک بار اپنی بے
توجہی اور غفلت کا ثبوت دے رہی تھیں۔(۱۴)"

اوپر کی سطروں میں نسیم حجازی کا تہذیبی شعور سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ادب ہو یا سیاست، سماج ہو یا معیشت، اپنی تہذیبی جڑوں سے دور نہیں بھاگ سکتا۔ ہزاروں سالوں سے ایک قوم ان سطور پر عمل کر رہی ہوتی ہے لیکن بعض چیزیں شعوری یا لاشعوری طور پر ان کی رگوں میں سرایت کر جاتی ہیں کہ پتا بھی نہیں چلتا۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ اس قوم پر کوئی بیرونی حملہ ہوا ہو گا۔

پھر اس میں سماجی، سیاسی، تہذیبی یا اقتصادی روابط کی ایسی بھرمار ہوتی ہے کہ وہ قوم یا قبیلہ یا ملت دوسری قوم کے زیرِ اثر آجاتی ہے۔ ساتھ ساتھ اس میں قوت، زبان و ثقافت کی یلغار ہوتی ہے جو ایک مفتوح قوم می سرایت کر جاتی ہے۔ اس لیے ضروری ہے اس کے لیے تصادم لازمی ہے۔ اس تہذیبی رسا کشی کے بارے میں ڈاکٹر جمیل جالبی یوں بتاتے ہیں:

"اگر تہذیب زندہ رہے تو تخلیقی قوتیں زندگی کی ہر سطح اور ہر سمت میں اپنا جلوہ دکھائیں گی اور ہر قدر، ہر
سرگرمی ایک دوسرے سے مربوط ہو گی اور ایک زندہ متوازن اکائی کی حیثیت میں ساری زندگی کو آگے
بڑھا رہی ہو گی۔(۱۵)"

اگر ہم دیکھیں تو آج بھی ہندوستان اور پاکستان برطانیہ کی تہذیب کے سائے میں ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ مغربی سامراج نے ہمیں تہذیبی اور تمدنی طور پر مغلوب کر لیا ہے۔ نسیم حجازی کا یہ اقتباس ہماری موجودہ حالت سے کس قدر لگاؤ کھاتا ہے:

"بغداد میں سینکڑوں لائبریریاں کتابوں سے بھری پڑی تھیں۔ ان کتابوں کے پرکھنے کے لیے بہترین نقاد
تھے لیکن پڑھ کر ان پر عمل کرنے والے بہت کم تھے۔ عجمی امراء کی محفلوں میں قرآن و حدیث کی جگہ
شاعری اور موسیقی نے لے لی تھی۔ خلیفہ کے دربار میں بعض اوقات ایک سیدھے سادے عالم دین کی
بجائے ایک ہنسانے والے نقال کو زیادہ اہمیت دی جاتی تھی۔ براہِ راست خدا اور رسول کا حکم ماننے والوں کی
بجائے خلیفہ کی ذات بابرکت کو اہم ترین فرائض کی بجاآوری سے مستثنیٰ قرار دینے کے لیے تاویلیں پیش
کرنے والوں کو الطاف شاہانہ کا مستحق قرار دیا جاتا تھا۔(۱۶)"

ماضی اس آئینے میں اگر آج ہم دیکھیں تو کیا یہ صورتِ حال ہمارے موجودہ حال سے مختلف ہے کیا؟ کیا ہم آج بھی اسی حالت میں بلکہ اس سے بھی بری حالت کا شکار نہیں ہیں؟

کیا ہم قرآن و احادیث، علمی و ادبی کتب کے بجائے شاعری اور موسیقی کے زیادہ قریب نہیں ہیں؟

مجموعی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ "آخری چٹان" میں جہاں بغداد کے مسلمانوں کی حالتِ زار کا بیان کیا گیا ہے وہاں اس کو نو آبادیاتی نظام فکر و تہذیب و معاشرت کے آئینے میں بھی پرکھا گیا ہے۔

The Study of Religion and History
Online ISSN : 3006-3337 Print ISSN : 3006-3329
https://srhjournal.com/index.php/39/about
Vol. 2 No. 1 (2025)

حوالہ جات

۱۔ نسیم حجازی، آخری چٹان، جہانگیر بکس، لاہور، ۲۰۰۳ء، ص ۴۰

۲۔ ایضاً، ص ۵

۳۔ ایضاً

۴۔ ایضاً، ص ۴

۵۔ ابنِ خلدون، مقدمہ ابن خلدون، مترجم حکیم احمد حسین الٰہ آبادی، جلد ہفتم، راغب پرنٹرز، کراچی، ۲۰۰۱ء، ص ۱۰

۶۔ نسیم حجازی، آخری چٹان، ص ۷

۷۔ محمد اقبال، ضربِ کلیم، علم و عرفان پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۷ء، ص ۱۰۰

۸۔ محمد اقبال، بالِ جبریل، ص ۶۵

۹۔ محمد اقبال، ضربِ کلیم، ص ۱۰۳

۱۰۔ محمد اقبال، زبورِ عجم، (تمہید)، ص ۳۲

۱۱۔ نسیم حجازی، آخری چٹان، ص ۳۵

۱۲۔ جوش ملیح آبادی، یادوں کی برات، یوسف برادرز، لاہور، ۱۹۹۰ء، ص ۱۸۳

۱۳۔ نسیم حجازی، آخری چٹان، ص ۱۵

۱۴۔ ایضاً، ص ۲۵

۱۵۔ ڈاکٹر جمیل جالبی، تنقید اور تجزیہ، علم و عرفان پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۴ء، ص ۱۸

۱۶۔ نسیم حجازی، آخری چٹان، ۳۱